تخلیقِ انسانی کی غرض و غایت

سورۂ ھود کی دو آیات کا صحیح مفہوم

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی ندوی

(۱) مقصد تخلیق انسانی کی آیات کریمہ

انسان کی تخلیق اس عظیم کائنات کی تخلیق کا ایک حصہ ہے اور وہ بھی کافی فروتر اور آسان، جیساکہ قرآنِ مجید کی متعدد آیاتِ کریمہ سے بخوبی واضح ہوتا ہے[۱]۔ ان سے انسانی تخلیق کا مادہ، درجات اور مراحل کا بھی بہت اچھی طرح علم ہوتا ہے[۲]۔ جہاں تک اس کی تخلیق کی غرض وغایت اور مقصد کا تعلق ہے عام طور سے بلکہ ہمیشہ سورۂ الذاریات کی آیتِ کریمہ ۵۶ پیش کردی جاتی ہے:۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ	اور میں نے جن اور انسان کو صرف
اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○	اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔

تمام مفسرینِ قرآن کریم اور شارحینِ کلامِ ربانی نے عبادتِ الٰہی کے لیے انسان کی تخلیق وپیدائش کے اس قرآنی بیان کی طرح طرح سے تشریح کی ہے[۳]۔

لیکن نگاہِ غائر سے دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی تخلیق کی یہ غرض و غایت انسان کے نقطۂ نظر اور اس کے فرضِ منصبی کے لحاظ سے ہے۔ اس کی مختصر توجیہ وتشریح یوں کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کا اسی طرح خالق ہے جس طرح پوری کائنات اور اس کی تمام چیزوں کا اور یہ پوری کائنات اور اس کی تمام چیزیں بلا چون وچرا اپنے خالق کی اطاعت وعبادت میں لگی ہوئی ہیں[۴]۔ اسی طرح انسان کو بھی اپنے خالق ومالک کی اطاعت وعبادت کرنی چاہیے۔ یہ اس کا شرعی، قانونی، منصبی، اخلاقی اور فطری فرض ہے۔ گویا کہ یہ بندہ اور انسان کی جانب سے اپنے خالق کی جناب میں شکرانہ ہے ان انعاماتِ بیکراں اور عطایائے

بے پایاں کا جو اس کا خالق و مالک ازراہِ کرم خالص اس پر فیضان کرتا ہے۔ لہٰذا یہ واضح ہوتا ہے کہ انسان کی تخلیق کا یہ مقصد اور اس کی یہ غرض و غایت انسان کے فرضِ منصبی کے لحاظ سے ہے۔[۵]

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ تخلیقِ انسانی کی غرض و غایت خالق و مالک — اللہ تبارک و تعالیٰ — کی ذاتِ عالی اور صفاتِ سامی کے اعتبار سے کیا ہے؟ اس کا جواب قرآنِ مجید کی سورۂ ہود کی آیتِ کریمہ ۱۱۸-۱۱۹ میں یوں دیا گیا ہے:-

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ	اور اگر تمہارا رب چاہتا / چاہے تو انسانوں
أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ	کو ایک امت بنا دیتا / بنا دے اور وہ برابر
مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ	اختلاف کرنے والے رہیں گے۔ سوائے
وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ	ان کے جن پر تیرے رب نے رحم کیا اور اسی لیے ان
كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ	کو اس نے تخلیق کیا اور تیرے رب کی بات حرفِ پوری
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝	ہو گئی کہ میں جہنم کو تمام جنوں اور انسانوں میں سے (کچھ سے) ضرور بھر دوں گا۔

اس آیتِ کریمہ کی تشریح و تعبیر میں مفسرین کا کافی اختلاف ہے، اس کے بارے میں روایات بھی متعدد آئی ہیں اور اقوال و مسالک بھی مختلف ہیں۔ بنیادی طور سے مفسرین کرام کو اس آیتِ کریمہ کے حوالہ سے دو گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: ایک وہ گروہ جو آیتِ کریمہ کا اہم ترین جملہ: وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ (اور اسی واسطے ان کو تیرے رب نے پیدا کیا) کو وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ (اور ہمیشہ رہتے ہیں اختلاف میں) سے متعلق مان کر ان کا مقصدِ تخلیق اختلافِ مذاہب و مسالک و عقائد قرار دیتے ہیں جبکہ دوسرے گروہ کے نزدیک فقرۂ قرآنی وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ کا تعلق اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ (مگر جن پر رحم کیا تیرے رب نے) کے فقرۂ متصلہ سے ہے۔ دونوں گروہوں نے اپنے اپنے دلائل دیے ہیں اور اپنی اپنی تشریحات پیش کی ہیں۔ اس مختصر مقالہ کا مقصد اسی آیتِ کریمہ کے بارے میں ان دونوں طبقاتِ مفسرین کی آراء و تشریحات کا تجزیہ کر کے اس کا صحیح مفہوم متعین کرنے کی کوشش کرنا ہے۔

(ب) تخلیق برائے اختلاف: قدیم مفسرین

پہلے طبقہ کے مفسرین کی ترجمانی کرتے ہوئے امام طبری نے متعدد روایات

نقل کی ہیں۔ امام حسن بصری کے بارے میں کئی روایات آئی ہیں جن کے مطابق وہ انسانی تخلیق کو اختلاف کے لیے سمجھتے تھے انھوں نے منصور بن عبدالرحمٰن کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ کو اپنی جنت کے لیے اور کچھ کو اپنی جہنم کے لیے تخلیق کیا ہے لہٰذا اول الذکر کو اپنی رحمت کے لیے اور موخرالذکر کو اپنے عذاب کے لیے پیدا کیا۔ حضرت حسن کی ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ رحمت الٰہی کے مستحق لوگ ایسا کوئی اختلاف نہیں کرتے جو ان کے لیے نقصان دہ ہو۔ جبکہ حضرت ابن عباس کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دو فریقوں میں پیدا کیا: ایک فریق جس پر وہ رحم فرماتا تو وہ اختلاف نہیں کرتے اور ایک وہ فریق جس پر وہ رحم نہیں کرتا لہٰذا وہ اختلاف کرتے ہیں اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا قول ہے فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ (سورۂ ہود ۱۰۵: تو ان میں سے کچھ بدبخت ہیں اور کچھ خوش بخت)، دوسرے اقوال کے مطابق حضرت عطا بن ابی رباح نے اختلاف کرنے والوں سے مراد یہود و نصاریٰ اور مجوس کو لیا ہے، اور رحم الٰہی سے فیضیاب ہونے والوں کو اسلام کا پیرو بتایا ہے۔ یعنی انسانوں میں مومن و کافر پیدا کیے۔ یہی مراد امام اعمش سے بھی مروی ہے۔ امام مالک سے بھی ایک قول یہ مروی ہے کہ اللہ نے ان کو پیدا کیا تاکہ وہ دو گروہ بن جائیں: ایک گروہ جنت میں ہو اور ایک جہنم میں۔ امام طبری نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور یہی ابو عبیدہ اور الفراء کا خیال بتایا ہے۔[۵]

دوسرے مفسرین کرام میں حافظ ابن کثیر نے بھی ابن جریر طبری کی انھیں روایات کو اس نقطۂ نظر سے باب میں نقل کیا ہے۔[۶] زیادہ تر ماثور روایات کی بنا پر تفسیر کرنے والے مفسرین کے ہاں یہی روایات مختلف تعبیرات و تشریحات کے ساتھ ملتی ہیں جن میں بہت کم فرق پایا جاتا ہے۔[۷] جبکہ تفسیر رائے میں شہرت رکھنے والے مفسرین عظام میں سے اکثر نے اس کی تشریح عقلی استدلال کے مطابق کی ہے۔ علامہ زمخشری متعلقہ آیت کریمہ نقل کرکے فرماتے ہیں کہ اس میں کلام اول اور اس کے مضمون کی طرف اشارہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اختلاف کے لیے اختیار و انتخاب کی طاقت سے بہرہ ور کیا ہے تاکہ حق کو اختیار کرنے والے کو اس کے حسن اختیار کے لیے ثواب سے نوازے اور باطل کے چننے والے کو اس کے برے اختیار کے لیے سزا دے۔[۸] قاضی ابن العربی مسئلہ خامسہ کے تحت "وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ" کا ذکر کرکے کہتے ہیں کہ اس میں دو قول ہیں: اول: اختلاف کے سبب ان کو پیدا کیا

دوم رحمت کے لیے ان کو تخلیق کیا۔ صحیح یہ ہے کہ ان کو اس لیے پیدا کیا تاکہ وہ اختلاف کریں۔ پھر وہ جس پر چاہے رحم کرے اور جس کو چاہے عذاب دے، جیسا کہ اس نے خود فرمایا: فَمِنۡهُمۡ شَقِیٌّ وَّسَعِیۡدٌ اور فرمایا فَرِیۡقٌ فِی الۡجَنَّةِ وَفَرِیۡقٌ فِی السَّعِیۡرِ" پھر اسی مفہوم کی وہ روایت امام مالک سے نقل کی ہے جس کا ذکر ابن کثیر نے کیا ہے اور اپنے مختار قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ شیخ اکبر ابن عربی کی طرف منسوب تفسیر میں بھی یہی تفسیر و تشریح آیت کریمہ منقول ہے۔ امام نسفی کا رجحان بھی اختلاف کی طرف ہے امام قرطبی نے اختلاف کے لیے تخلیق انسانی کے عقیدہ کے ماننے والوں میں حضرات حسن بصری، مقاتل اور عطاء کے علاوہ ایک نسخہ کے مطابق یمان کو بھی شامل کیا ہے۔ علامہ ابو السعود بھی اسی اختلاف کے نظریہ کے قائل ہیں اور اسی کی توجیہ اپنی تفسیر میں کی ہے۔ امام بقاعی اختلاف کے لیے انسانوں کی تخلیق کا نظریہ پوری صراحت کے ساتھ قبول کرنے کے ساتھ ساتھ مجمع الاتفاق والاختلاف کی طرف بھی ذالک کا اشارہ سمجھتے ہیں[۱۰]

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کچھ مفسرین کرام تو سورۂ ہود کی آیت کریمہ ۱۱۸ میں مذکور تمام انسانوں پر امت واحدہ کی تخلیق کے منشائے الٰہی اور پھر مختلف طبقات میں اس کے منقسم ہو جانے کی واقعیت کے ذکر سے متاثر ہو گئے اور انھوں نے بعد والی آیت کریمہ کو اس کے پس منظر میں دیکھ اور سمجھ کر اس کو ایمان و کفر، اسلام و غیر اسلام اور جنت و جہنم کا سبب بنا دیا اور خود یہ سمجھا اور دوسروں کو سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو سب انسانوں کو ایمان و اسلام پر پیدا کرتا اور ان میں کسی اختلاف کو روا نہ رکھتا کیونکہ وہ ایمان و کفر دونوں پر پیدا کرنے پر قادر ہے لیکن اس نے انسانوں کو ایمان و کفر، اسلام و غیر اسلام اور حق و باطل کا اختیار دیا اور اختیار و انتخاب کے اسی استعمال پر ان کے معاد و انجام کو طے کیا۔ لہٰذا ان کی تخلیق اسی اختلاف حق و باطل کے امتحان و امتیاز اور اختیار کے لیے کی گئی۔ اس خیال و تصور کو تقویت آیت کریمہ کے آخری حصے سے ملی جس میں اللہ تعالیٰ کے اس کلمہ کے مکمل ہونے کا ذکر ہے کہ وہ جنات اور انسانوں سے جہنم کو ضرور بھر دے گا۔ یہ نقطۂ نظر یا تخلیق انسانی کا مقصد ابن کثیر جیسے ماثور تفسیر کے علمبرداروں کے ہاں بھی صریح یا مضمر انداز میں پایا جاتا ہے[۱۱] اور کچھ مفسرین عظام معتزلی عقیدۂ اختیار انسانی سے شعوری یا غیر شعوری طور پر متاثر ہوئے اور ان کا یہ تاثر ان کی تفاسیر میں بھی در آیا۔ متاخرین یا بعد کے مفسرین کرام میں یہ تاثر پذیری زیادہ ہی نظر آتی ہے۔

ان میں جدید عرب مفسرین اور غیر عرب شارحین دونوں شامل نظر آتے ہیں[١٢]

جدید مفسرین

برصغیر پاک وہند کے متعدد عظیم وکبیر اہلِ تفسیر نے اختلافِ دین ومذہب کے لیے انسانوں کی تخلیق کا مقصد بلا نقد وغور قبول کر لیا۔ اور نہ صرف دوسری آیات قرآن اور احادیث نبوی نظر انداز کر دیں بلکہ اس اہم موضوع پر مجموعی اسلامی نظر بھی نہیں ڈالی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس آیتِ کریمہ کے ترجمہ تک میں اختلاف کا مقصد یوں شامل کر دیا:

ولوشاء ربك لجعل الناس	واگر خواستی پروردگار تو ابتہ گردانیدی
امة واحدة ولا يزالون	مردمان را یک ملت وہمیشہ باشند مختلف
مختلفين الامن رحم ربكؕ	الا آنکہ بروے رحم کردہ است پروردگار تو
ولذلك خلقهم ط	وبرائے ایں اختلاف آفریدہ است ایشاں را[١١]

اور تفسیرِ فتح الرحمٰن کے حاشیہ میں یہ مزید صراحت کی کہ اختلاف کی نسبت اہلِ باطل کی طرف ہے نہ کہ اہلِ حق کی طرف کیونکہ وہ امتِ مرحومہ ہیں[١٣] ان کے اردو مفسر فرزندِ گرامی حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی نے اس موضوع پر کامل سکوت اختیار کیا ہے۔ مگر ان کے اردو ترجمہ کی ترتیبِ نو اور ترجمانیٔ جدید کرنے والے مولانا محمود حسن کے ترجمہ وتفسیر "موضح فرقان" کی تکمیل کرنے والے مولانا شبیر احمد عثمانی سورۂ ہود کی ان دونوں آیات کی تفسیر یوں فرماتے ہیں: ".....خدا تعالیٰ کی حکمتِ تکوینی اس کو مقتضی نہیں ہوئی کہ ساری دنیا کو ایک ہی راستہ پر ڈال دیتا اسی لیے حق کے قبول کرنے نہ کرنے میں ہمیشہ اختلاف رہتا ہے اور رہے گا۔ مگر فی الحقیقت اختلاف اور پھوٹ ڈالنے والے وہ لوگ ہیں جنھوں نے صاف وصریح فطرت کے خلاف حق کو جھٹلایا۔ اگر فطرتِ سلیمہ کے موافق سب چلتے تو کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ اسی لیے "الامن رحم ربک" سے متنبہ فرمایا کہ جن پر خدا نے ان کی حق پرستی کی بدولت رحم کیا وہ اختلاف کرنے والوں سے مستثنیٰ ہیں.... دنیا کی آفرینش سے غرض یہی ہے کہ حق تعالیٰ کی ہر قسم کی "صفاتِ جمالیہ وقہریہ" کا ظہور ہو، اس لیے مظاہر کا مختلف ہونا ضروری ہے تاکہ ایک جماعت اپنے مالک کی وفاداری واطاعت دکھا کر رحمت و کرم اور رضوان وغفران کا مظہر بنے، جو "الامن رحم ربک" کی مصداق ہے اور دوسری جماعت

اپنی بغاوت و غداری سے اس کی صفتِ عدل و انتقام کا مظہر بن کر حبسِ دوام کی سزا بھگتے، جس پر خدا کی یہ بات پوری ہو لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین ..... اور تکوینی غرض یہ ہے کہ تشریعی مقصد کو اپنے کسب و اختیار سے پورا کرنے اور نہ کرنے والے دو گروہ ایسے موجود ہوں جو حق تعالیٰ کی صفاتِ جلالیہ و جمالیہ یا بالفاظِ دیگر لطف و قہر کے مورد و مظہر بن سکیں[۶]

جدید عہد کے مفسرین عظام میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے اتباع کامل میں متعلقہ آیت کریمہ کے ترجمہ/ترجمانی میں لکھا ہے کہ "اسی (آزادی انتخاب و اختیار) کے لیے ہی تو اس نے انھیں پیدا کیا تھا" پھر اس کے حاشیہ تشریحی میں پہلے تقدیر الٰہی کی مختصر وضاحت کی ہے اور اسی کے سلسلہ میں فرمایا: "..... لیکن اللہ نے انسان کے بارے میں جو مشیت فرمائی ہے وہ دراصل یہ ہے کہ اس کو انتخاب و اختیار کی آزادی بخشی جائے۔ اسے اپنی پسند کے مطابق مختلف راہوں پر چلنے کی قدرت دی جائے۔ اس کے سامنے جنت اور دوزخ دونوں کی راہیں کھول دی جائیں اور پھر ہر انسان اور ہر انسانی گروہ کو موقع دیا جائے کہ وہ ان میں سے جس راہ کو بھی اپنے لیے پسند کرے اس پر چل سکے تاکہ ہر ایک جو کچھ بھی پائے اپنی سعی و کسب کے نتیجہ میں پائے ....." مولانا موصوف نے اس کی مزید مفصل تشریح کی ہے جس میں واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی اُس آزادی انتخاب و عمل میں مداخلت نہیں کرتا بلکہ ہر ایک کو اسی انجام کی طرف ڈھکیل دے گا جو اس نے خود اپنے لیے انتخاب کیا ہے ..... [۷] دوسرے ممتاز عالم دین اور مفسر قرآن مولانا امین احسن اصلاحی نے آیت قرآنی کے ترجمہ میں "اور اسی لیے ان کو اس نے پیدا کیا ہے" کہہ کر "اسی کے لیے" کی تصریح و تعبیر اختلاف سے نہیں کی تاہم اپنی تشریح میں یہی موقف اختیار کیا ہے: "..... ولذٰلک خلقھم یعنی اللہ نے تو لوگوں کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اپنے انتخاب و اختیار سے اپنے آپ کو اپنے رب کے فضل و رحمت کا سزاوار بنائیں۔ یہ امتحان انسان کی خلقت کا ایک لازمی جزو ہے۔ اس سے گزرے بغیر کوئی شخص رحمتِ خداوندی کا حقدار نہیں ہو سکتا ....."

آیت کریمہ کے بقیہ حصہ کی تشریح میں یہ کہا ہے کہ امتحان میں فیل ہو جانے والے جہنم میں داخل کیے جائیں گے اور اس کا تعلق ابلیس کے جواب سے جوڑا ہے جو اس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا۔ اس آیتِ کریمہ کی تشریح و تفسیر میں بانگِ تخلیق انسانی کی غرض و غایت بیان کرنے میں کئی اور اہم مفسرین کرام نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔

اور واضح کیا ہے کہ انسان کو اسی انتخاب و اختیار کی آزادی کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور اس آزادی کے صحیح یا غلط استعمال پر وہ رحمت الٰہی یا قہر ربانی کے مستحق بنتے ہیں اور اسی کے نتیجہ میں وہ آخرت میں جنت یا جہنم میں قیام کے حقدار بنیں گے۔ مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ "....مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو (وہ دین کے خلاف طریقہ اختیار نہ کرے گا) اور (اس اختلاف کا غم یا تاسف یا تعجب نہ کیجئے کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے (کہ ان میں اختلاف رہے)...." ان کے مرید و متبع شارح قرآن مولانا عبدالماجد دریابادی نے وہی مفہوم لیا ہے جو ان کے شیخ و مرشد نے لکھا ہے البتہ انھوں نے امام ابوبکر جصاص کے حوالے سے بعض ائمۂ تفسیر کا مسلک بھی بیان کر دیا ہے جنھوں نے خلق کا تعلق رحم سے سمجھا ہے...." مولانا مفتی محمد شفیع دہلوی لکھتے ہیں کہ "...مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو (وہ دین کے خلاف طریقہ اختیار نہ کرے گا).... اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے (کہ ان میں اختلاف رہے) مفتی موصوف کی تفسیر و ترجمہ اور تشریح مولانا تھانوی کے الفاظ میں ان کا اختصار ہے۔ اگرچہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اختلاف کے لیے تخلیق انسانی کی صراحت نہیں کی ہے تاہم ان کی مراد بھی وہی معلوم ہوتی ہے مگر علامہ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری نے اختیار کے لیے پیدا کرنے کی صراحت کی ہے۔ یہی موقف سید قطب کا ہے۔ اس ضمن میں یہ بہت اہم بات ہے کہ ان تمام مفسرین و شارحین میں سوائے ایک کے تخلیق انسانی کی دوسری غرض و غایت یا اس سے متعلق روایات کا قطعی ذکر نہیں کیا ہے بلکہ ان کا حوالہ تک نہیں دیا ہے پھر وہ دوسری آیات قرآنی یا احادیث نبوی یا اسلامی روایات کا ذکر کیونکر کرتے۔[۱۶]

ج) تخلیق برائے اختلاف و رحمت

قاضی بیضاوی اس باب میں ان مفسرین کرام کی ترجمانی کرتے ہیں جو کوئی صاف موقف اختیار نہیں کرتے بلکہ مشروط طور سے آیت کریمہ کی تشریح و تعبیر کرتے ہیں اور اسی طرح تخلیق انسانی کی غرض و غایت کے بارے میں گومگو کا مبہم طریقہ اپناتے ہیں۔ "ولذلک خلقھم" کی تشریح میں وہ فرماتے ہیں کہ اگر ضمیر "الناس" کے لیے ہے تو اشارہ اختلاف کی طرف ہے اور لام (لذلک کا) انجام/عاقبت کے لیے ہے یا اس کی طرف سے اور رحمت

کی طرف ہے۔ واگر ضمیر "من" کے لیے ہے تو اشارہ رحمت کی جانب ہے"[۴۸] اسی تطبیقی نقطۂ نظر کے علمبردار امام بغوی ہیں جو اختلاف اور رحمت کے لیے تخلیق انسانی کے دونوں اقوال بالترتیب حضرات حسن، عطاء اور مالک کے اول الذکر کے لیے اور حضرت ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور ضحاک کا موخر الذکر کے لیے نقل کرکے ابوعبیدہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ "میں جس قول کو اختیار کرتا ہوں وہ ان کا ہے جو اس کے قائل ہیں کہ ایک فریق کو اپنی رحمت کے لیے اور ایک فریق کو اپنے عذاب کے لیے اس نے پیدا کیا۔ فراء کا قول ہے کہ اہل رحمت کو رحمت کے لیے اور اہل اختلاف کو اختلاف کے لیے پیدا کیا۔ محصول حاصل آیت یہ ہے کہ اہل باطل مختلف ہیں اور اہل حق متفق ہیں لہٰذا اللہ نے اہل حق کو اتفاق کے لیے اور اہل باطل کو اختلاف کے لیے پیدا کیا۔ امام سیوطی کا بھی یہی ارشاد ہے کہ اہل اختلاف کو اختلاف کے لیے اور اہل رحمت کو رحمت کے لیے پیدا کیا۔ امام قرطبی نے تینوں اقوال بیان کرکے اسی قول ثالث کو احسن الاقوال قرار دیا ہے کہ وہ عام ہے اور انسانوں کی تخلیق کے باعث سے متعلق ہے۔ امام رازی نے بھی تینوں مسالک بیان کرکے اسی کو مختار کہا ہے اور اس کے لیے تین دلیلیں دی ہیں: اوّل یہ کہ علم وجہالت بندے میں تخلیق الٰہی سے آتے ہیں دوم یہ کہ انسانوں کی اہل اختلاف اور اہل رحمت میں تقسیم علم الٰہی کے مطابق ہے اور سوم آیت کریمہ کا آخری جملہ اس کی تصریح کرتا ہے۔

بعض مفسرین ایسے بھی نظر آتے ہیں جو تطابق و توافق کے ہر معاملے میں قائل نظر آتے ہیں اور بسا اوقات وہ دو متضاد خیالات روایات میں تطبیق کی راہ نکال ہی لیتے ہیں۔ مثلاً حضرت حسن بصری سے ایک یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ وہ سورۂ ہود کی اس آیت کریمہ کی مراد یہ قرار دیتے تھے کہ ان کی تخلیق رحمت اور اختلاف دونوں کے لیے کی گئی تھی۔ لیکن یہ روایت راوی کے نزدیک بھی مجروح ہے کیونکہ "قیل" (کہا گیا) کے لفظ سے اس کو نقل کیا گیا ہے جو اس کے ضعف و ناقابل اعتباری یا مجروحیت کی ایک دلیل ہے۔ قاضی ثناء اللہ عثمانی حنفی نے بھی دونوں اقوال بیان تو کئے ہیں لیکن پھر امام بغوی کے قول کو ترجیح دی ہے کہ "اس تاویل (اشارہ اختلاف و رحمت دونوں کی طرف ایک ساتھ ہے) کی تائید اللہ تعالیٰ کے قول وتمت کلمۃ ربک ....."[۴۹] سے بھی ہوتی ہے۔

(د) تخلیق انسانی برائے رحمت الٰہی - قدیم مفسرین

مفسرین کرام کے ایک بڑے قدیم وجدید طبقہ کا خیال ہے کہ آیت کریمہ کے فقرہ وَلِذٰلِکَ خَلَقَہُم میں ضمیر رحمت کے لیے ہے جو اِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّکَ میں موجود ہے اور اس بنا پر تخلیق انسانی کی غرض و غایتِ رحمت الٰہی سے انسانوں کی فیضیابی ہے۔

اہم ترین بات یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے ترجمان القرآن حضرت ابن عباس کی یہی توجیہ و تفسیر ہے جو ممکن ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو۔ کیونکہ مراسیل صحابہ میں اس کا قوی امکان رہتا ہے۔

صحابہ کرام کا طبقۂ اولین کے بعد تابعین عظام کا طبقۂ دوم میں سے تمام جلیل القدر مفسرین جیسے حضرت قتادہ ابن دعامہ سدوسی (۶۱-۱۱۷ھ / ۶۸۰-۷۳۵ء) مجاہد بن جبیر مخزومی (۲۱-۱۰۴ھ / ۶۴۲-۷۲۲ء) عکرمہ بربری مولیٰ ابن عباس (م ۱۰۴ھ / ۷۲۲ء) طاؤس بن کیسان یمانی (م ۱۰۶ھ / ۷۲۴ء) نے رحمتِ الٰہی ہی کو باعث تخلیق انسان اور مقصود وجود آدمی مانا ہے۔ اگرچہ حضرت ضحاک بن مزاحم ہلالی بلخی (م ۱۰۵ھ / ۷۲۳ء) صحابہ کرام سے براہ راست روایت نہیں کرتے تاہم وہ اس دور کے عظیم مفسر تھے [۱۹]

قدیم ترین صاحب کتاب مفسرین میں حضرت سفیان ثوری (۹۷-۱۶۱ھ / ۷۱۶-۷۷۸ء) کا یہی خیال ہے کہ رحمتِ الٰہی انسان کے وجود کا مقصود ہے [۲۰]

متعدد قدیم و متوسط مفسرین و شارحین نے رحمت الٰہی کے لیے انسان کی تخلیق کے نظریہ کو بوجوہ و بدلائل ترجیح دی ہے۔

امام طبری وغیرہ متعدد حضرات نے اس نقطۂ نظر کو پیش کرنے والی روایات بھی نقل کی ہیں اگرچہ ان میں سے کسی نے ان سے اتفاق نہیں کیا۔ امام طبری اس کا آغاز یوں کرتے ہیں کہ دوسرے مفسرین نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ رحمت کے لیے ان کو پیدا کیا اور پھر اس نقطۂ نظر کے قائلین و حامیین میں مشہور تابعی مفسر مجاہد بن جبیر سے پانچ مختلف الاسناد روایت نقل کی ہیں۔ دوسرے تابعی مفسر حضرت قتادہ بن دعامہ اور حضرت ضحاک سے ایک ایک اور حضرت عکرمہ مولیٰ حضرت ابن عباسؓ سے دو روایات روایت کی ہیں۔ آخری روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ عظیم ترین صحابی مفسر قرآن

کا قول نقل کیا ہے کہ "رحمت" کے لیے اس نے ان کو پیدا کیا اور عذاب کے لیے نہیں پیدا کیا (للرحمۃ خلقھم، ولم یخلقھم للعذاب) امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ ان کو رحمت کے لیے پیدا کیا۔ (للرحمۃ خلقھم)[21]

حافظ ابن کثیر نے رحمت الٰہی کے لیے تخلیق انسانی کی روایات میں ابن جریر طبری پر مذکورہ بالا روایات نقل کرنے کے علاوہ بعض اور روایات و اقوال کا اضافہ بھی کیا ہے۔ ان میں سے ایک بہت دلچسپ اور اہم ہے۔ مشہور تابعی حضرت طاؤس بن کیسان کی موجودگی میں دو آدمیوں نے سخت اختلاف کیا تو حضرت طاؤس نے ان سے کہا کہ تم دونوں نے اختلاف کیا اور بہت کیا۔ اس پر ایک شخص نے جواب دیا کہ ہم اسی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ حضرت طاؤس نے فرمایا: تم نے جھوٹ کہا۔ کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا ہے: "ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقھم" پھر فرمایا: ان کو اس لیے نہیں پیدا کیا کہ وہ اختلاف کریں بلکہ ان کو جماعت و رحمت کے لیے پیدا کیا ہے۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت و تشریح بیان کی۔ حافظ موصوف حضرات مجاہد و ضحاک و قتادہ کے مذکورہ بالا اقوال کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ "اس قول کے معنی اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف راجع ہوتے ہیں: وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون" یعنی امام ابن کثیر کے مطابق سورۂ ہود اور سورۂ ذاریات کی دونوں آیات قرآنی جو تخلیق انسانی کا مقصد بتاتی ہیں ایک دوسرے کی تصدیق و تائید اور تشریح و تعبیر کرتی ہیں۔[22]

علامہ ابن قتیبہ (م ۲۱۳ھ) نے رحمت الٰہی سے فیضیابی کی خاطر تخلیق انسانی کا قول پسند کیا ہے کیونکہ وہ آیات کریمہ کی یوں تشریح کرتے ہیں کہ "لوگ برابر اپنے دین میں مختلف رہیں گے" "سوائے ان لوگوں کے جن پر تمہارا رب رحم کرے" کیونکہ ان کا دین ایک ہے جس میں وہ مختلف نہیں ہیں" اور اسی کے لیے ان کو پیدا کیا ہے" یعنی اپنی رحمت کے لیے ان کو پیدا کیا ہے جو اپنے دین میں اختلاف نہیں کرتے۔ بعض لوگ (قوم) اس طرف بھی گئے ہیں کہ اختلاف کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے" علامہ موصوف کی ترجیح سے صاف ظاہر ہے کہ وہ تخلیق انسانی کا مقصد اور غرض و غایت رحمت الٰہی سے سرفراز ہونا سمجھتے ہیں۔ اور اختلاف کے لیے ان کی تخلیق کے قول کو مجروح گردانتے

ہیں مشہور حنفی فقیہ اور شارحِ قرآن ابوبکر جصاص بھی اس خیال سے اتفاق کرتے ہیں۔ "ولذلک خلقھم" کی تفسیر و تشریح میں لکھتے ہیں کہ "حضرات ابن عباس، اور مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رحمت کے واسطے پیدا کیا ہے۔ حضرت ابن عباس سے بھی اور حضرات حسن و عطا سے بھی روایت کی گئی ہے کہ اس نے ان کو ان کے اختلاف کے بارے میں اپنے علم پر پیدا کیا ہے۔ اس صورت میں لام عاقبت ہے اور کلامِ عرب سے اس کی مثال دی ہے۔" ظاہر ہے امام جصاص کی ترجیح رحمتِ الٰہی کے لیے تخلیقِ انسانی بتانے والے قول کے حق میں جاتی ہے۔ امام رازی اگرچہ اختلاف و رحمۃ دونوں کے لیے تخلیق کیے جانے کے قائل ہیں تاہم انھوں نے رحمت کے نظریہ کے قائلین کے بارے میں کافی تفصیل دی ہے۔ جملہ تین[۳] وجوہ بیان کیے ہیں اول ضمیر اقرب کی طرف راجع ہوتی ہے اور وہ رحمت ہے جبکہ اختلاف سب سے دور ہے۔ دوم اللہ تعالیٰ کے لیے یہ جائز نہ ہوتا کہ وہ اختلاف کے لیے پیدا کرنے کے بعد ان کو عذاب دیتا۔ سوم یہ سورۂ ذاریات ۵۶ کے مطابق ہے۔ امام رازی نے ایک عجیب بات یہ کہی ہے کہ یہ جمہور معتزلہ کا اختیار و قول ہے۔ امام مہائمی نے رحمت کے لیے ان کی تخلیق مانی ہے۔ امام شوکانی کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے[۲۳]

جدید مفسرین

برصغیر پاک و ہند کے جدید مفسرین میں صرف علامہ سید سلیمان ندویؒ ایسے واحد مفسر و شارحِ قرآنِ کریم کی حیثیت سے مل سکے ہیں جو تخلیقِ انسانی کی غرض و غایت رحمتِ الٰہی کو سمجھتے ہیں اگرچہ وہ اصطلاحی معنوں میں صاحبِ کتاب مفسر نہیں ہیں۔ انھوں نے اپنی عظیم معرکۃ الآرا تالیف سیرت النبیؐ میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس لیے نہیں بنایا کہ وہ ان کو پیدا کر کے دوزخ کا ایندھن بنائے بلکہ اس نے تو ان کو اپنی رحمت کے ظہور کے لیے پیدا کیا، غیظ و غضب کے اظہار کے لیے نہیں...." اس کی تائید وہ سورۂ احزاب ۴۳ سورۂ مومن ۷ سورۂ طٰہٰ ۵ وغیرہ سے فراہم کی ہے مزید لکھتے ہیں: "پھر اپنی رحمت سے سب سے آخر میں اپنی رحمت کے کامل مظہر کو دنیا میں بھیجا اور سورۂ انبیاء ۱۰۷ کو نقل کرتے ہیں جو آپ کو رحمۃ للعالمین بتاتی ہے اور آخر میں سورۂ ہود کی آیاتِ کریمہ متعلقہ نقل

کر کے فرماتے ہیں: "اس آیت سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو رحمت کے لیے بنایا ہے، عذاب کے لیے نہیں" اور طبری سے حضرت ابن عباس کی تفسیر آیت نقل کرتے ہیں۔ وہ رحمتِ الٰہی عام کے بارے میں متعدد آیات جیسے انعام ۱۲، ۵۴، ۱۶۵ اعراف ۱۵۶، کہف ۵۸، زمر ۵۳ وغیرہ بھی نقل کر کے یہی خیال ظاہر کرتے ہیں کہ عذاب کا مستحق انسان خود اپنی بداعمالیوں سے بنتا ہے۔ سید موصوف کو اپنے نظریہ اور تفسیر آیت پر اتنا جزم و اعتماد ہے کہ وہ اختلاف والی روایات کا حوالہ تک نہیں دیتے اور نہ مفسرین کے اختلاف کا ذکر کرتے ہیں۔ بعض دوسرے جدید مفسرین بھی ان کے خیال کے حامی نظر آتے ہیں لیکن ان کے ہاں تصریح و وضاحت نہیں ملتی جیسے مشہور انگریزی مترجم و مفسر علامہ عبداللہ یوسف علی وغیرہ۔[۲۴]

(س) اقوال مفسرین کا تجزیہ: اصل مقصود رحمت

سورۂ ہود کی آیت کریمہ ۱۱۹ کے بارے میں تمام تفسیری روایات، اقوال، تشریحات اور تعبیرات کے تجزیہ اور محاکمہ سے یہ حقیقت واضح و روشن ہو جاتی ہے کہ تخلیق انسانی کی غرض و غایت رحمت الٰہی سے تمتع اور سرفرازی ہے۔ جیسا کہ اس نقطۂ نظر کے حاملین و قائلین عالی مقام کی تصریحات و ارشادات سے واضح ہو چکا ہے۔ پھر اسی نقطۂ نظر کی مزید تصدیق قرآن کریم کی بعض دوسری آیاتِ مقدسہ سے بھی ہوتی ہے۔ ان میں سب سے پہلے تو سورۂ ذاریات کی آیت کریمہ ۵۶ ہے جس کا ذکر ابتدا میں آچکا ہے اور جس سے کسی حد تک استدلال امام ابن کثیر وغیرہ نے بھی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ میں نے جنات اور انسانوں کو اسی لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔" گویا دوسرے الفاظ میں خلق انسانی کا مقصود عبادتِ الٰہی ہے اور جو کوئی اپنے اس مقصدِ حقیقی کو پہچانتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے وہ رحمتِ الٰہی کا حقدار بن جاتا ہے اور جو لوگ اپنی تخلیق کی اس غرض و غایت کو نہیں پہچانتے یا پہچان کر اس سے انحراف کرتے ہیں اور عبادتِ الٰہی نہیں کرتے وہ اپنے مقصدِ تخلیق کو نظر انداز کرنے کے سبب اپنے آپ کو رحمتِ الٰہی سے محروم کر لیتے ہیں۔ ان کے جادۂ باطل یا راہِ کفر و شرک کا انتخاب و اختیار ان کی تخلیق کے مقصود و مطلوب کے خلاف ہے جبکہ عبادتِ الٰہی کرنے والوں کا اختیار و انتخاب راہِ حق اور جادۂ ایمان ان کے پیدائش کے مقصد اور غرض و غایت کے مطابق ہے۔ سچ یہ ہے کہ کفر و ضلال کا انتخاب

کرنے والوں اور ایمان و حق پر چلنے والوں دونوں کی پیدائش تو رحمت الٰہی کے لیے اور اس کے سبب ہوئی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ اہل کفر و ضلال نے انتخاب و اختیار کی آزادی میں غلطی کا ارتکاب کیا۔ تمام دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں جنوں اور انسانوں کو فعل و عمل اور عقیدہ و خیال کی آزادی اور انتخاب و اختیار کا جو حق دیا گیا ہے وہ اس بنا پر نہیں دیا گیا کہ یہ آزادی انتخاب و اختیار ان کی خلقت کی غرض و غایت ہے۔ یہ تو عقل سلیم فطرت الٰہی اور جوہر ایمانی کی آزمائش و امتحان ہے۔ نہ کہ ان کی تخلیق کی غرض و غایت۔ تخلیق کا عمل تو اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات سے وابستہ اور اس کی صفت خلاقی سے پیوستہ ہے جو سراسر رحمانیت و رحیمیت ہے۔ جبکہ انتخاب و اختیار انسانی کا تعلق تقدیر الٰہی سے ہے جو اس کی خلاقی و علم کے علاوہ بعض اور خارجی مظاہر و اسباب سے بھی وابستہ ہے[۲۵] اس پر بحث پھر آتی ہے۔

آیات الٰہی اور احادیث نبوی سے تائید

انسان کی تخلیق و تعمیر کی غرض و غایت کی وضاحت بعض اور احادیث نبوی میں بھی ملتی ہے۔ سورہ الروم ۳۰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ	سو تو سیدھا رکھ اپنا منہ دین پر ایک
حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ	طرف کا ہو کر، وہی اللہ کی فطرت ہے جس
فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ	پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی تخلیق
لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ	میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی یہی سیدھا دین
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ؀	ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تمام قدیم و جدید مفسرین عظام نے فطرت اللہ سے مراد فطرت سلیمہ، اسلام، ایمان اور حق وغیرہ لیا ہے الفاظ مختلف اور تعبیرات الگ ہیں لیکن سب کا مقصود صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں/انسانوں کو اسلام یا حق پر پیدا کیا ہے جو دین قیم ہے اور اللہ کی اس فطرت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اگر انسانوں کو ان کے اپنے اصل حالات پر چھوڑ دیا جائے تو ان کی فطرت ان کو سوائے دین حق کے اور کسی طرف جانے ہی نہ دے گی۔ اسی کی تائید میں متعدد دوسری آیات الٰہی آئی ہیں جن کا مفہوم و مقصود ایک ہی ہے اور ان میں نمائندہ اور اہم ترین سورۂ یونس ۱۹ ہے:

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً — اور لوگ جو ہیں سو ایک ہی امت ہیں

فَاخْتَلَفُوا ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ — پیچھے جدا جدا ہو گئے اور اگر نہ ایک بات

مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا — پہلے ہو چکتی تیرے رب کی تو فیصلہ ہو جاتا

فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ — ان میں جس بات میں کہ اختلاف کرتے ہیں۔

سورۂ ہود کی آیت زیر بحث کی تشریح یہ آیت کریمہ کرتی ہے اور واضح حقیقت بتاتی ہے کہ تخلیق کے اعتبار سے تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ایک ہی امت بنایا تھا لیکن انسانوں نے از خود اختلاف کر کے امت کو تقسیم کر دیا۔ سورۂ ہود کی آیت کریمہ کی تفسیر اس کلام و تفسیر الٰہی کی روشنی میں یہ ہے کہ ان کے اختلاف کو دور کر کے ان کو ایک امت واحدہ وہ بنائے رکھتا، نہ کہ اس نے شروع سے ان کو مختلف بنایا۔ یہ بات بہت اہم ہے کہ تمام مفسرین کرام نے سورۂ یونس کی آیت کریمہ کا یہی مفہوم بیان کیا ہے لیکن سورۂ ہود کی آیت مقدسہ کے ضمن میں اس کو نظر انداز کر دیا۔ یہ آیت خاص کر اور اسی مفہوم کی دوسری آیات قرآنی واضح کرتی ہیں کہ انسان کی تخلیق رحم الٰہی کے لیے ہے نہ کہ اختلاف کے لیے۔

متعدد احادیث نبوی سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ تخلیق انسانی فطرت پر ہوئی ہے اور وہ رحمت الٰہی کو مستلزم ہے۔ ان میں اہم ترین حدیث صحیحین کی ہے:

ما من مولود يولد الا على — ہر بچہ فطرت ہی پر پیدا ہوتا ہے مگر اس

الفطرة فابواه يهودانه او — کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا

ينصرانه او يمجسانه ۔۔۔ الخ — مجوسی بنا دیتے ہیں۔

دوسری حدیث قدسی ہے:

انی خلقت عبادی حنفاء — میں نے تو اپنے بندوں کو مسلم

فاجتالتهم الشياطين عن — پیدا کیا لیکن شیطانوں نے ان کو ان

دينهم — کے دین سے گمراہ کر دیا۔

یہی تمام آیات کریمہ اور احادیث نبویہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بلکہ تمام مخلوقات کو اپنی رحمت سے نوازنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ جو لوگ شیاطین یا والدین یا دوسرے عوامل کے زیر اثر اپنے اختیار و ارادے کی آزادی کا غلط استعمال کرتے ہیں وہ رحمت الٰہی سے دور ہو جاتے ہیں اور تخلیق انسانی کی غایت کے واسطے

ہوئی تھی۔[۲۵]

اسلامی شریعت کی توثیق

اختیار و انتخاب کی آزادی اور اس کے صحیح یا غلط استعمال پر رحمتِ الٰہی یا قہر ربانی کی حقداری کے لیے بعض خارجی اسباب و عوامل اور شرائط کی بھی ضرورت اسلامی شریعت اور اصول نے تسلیم کی ہے۔ ان میں سے ایک اہم اصول یا تشریعی قانون تکلیف ہے۔ ہر انسان خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اس قانون کے مطابق اختیار و انتخاب کا حقدار اسی وقت ہوتا ہے جب وہ بلوغت کی سرحد پار کرے۔ مسلم پر بلوغت سے قبل فرائض و واجباتِ اسلامی عائد نہیں ہوتے اور غیر مسلم پر ایمان و کفر، حق و باطل اور اسلام و غیر اسلام میں انتخاب و اختیار کی آزادی کا حق نہیں عائد ہوتا یا اختیار معتبر نہیں ہوتا یہی سبب ہے کہ مکلّف (شرعی فرائض کا پابند) ہونے کی عمر سے قبل غیر مسلم کی اولاد بھی غیر مسلم یا جہنمی یا رحمتِ الٰہی سے دور نہیں سمجھی جاتی بلکہ ان کو فطرت پر قائم سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ ابھی تک اپنے حقِ اختیار و انتخاب کو استعمال کرنے کے قابل ہی نہیں ہوئے اور اگر وہ بلوغت سے قبل موت کا شکار ہو جائیں تو ان کو رحمتِ الٰہی سے محروم نہیں سمجھا جاتا۔ ظاہر ہے کہ ان کی تخلیق پر رحمِ مادر سے وجودِ ہستی پانے اور بلوغت تک کا پورا یا کچھ عرصہ گذارنے کا موقع و عرصہ گذر چکا۔ اگر ان کی تخلیق اختلافِ مذاہب کے لیے ہوئی تھی جیسا کہ بعض مفسرین و شارحین کا دعویٰ اور خیال ہے تو یہ اختلاف ان کی پیدائش سے قبل اگر نہیں باعث تخلیق بنتا تو کم از کم ان کی پیدائش کے بعد ان کی بلوغت کے زمانے کے قبل کے عرصہ میں تو بننا چاہیئے۔ اگر یہ دلیل دی جائے کہ پیدائش کے بعد وہ اپنے والدین یا سرپرستوں کے زیر اثر غیر حق قبول کر چکے اور غیر اسلام کے جادہ پر گامزن ہو چکے تو یہ انتخاب و اختیار ہو چکا اور اس کے سبب اختلاف بھی رو بہ عمل آ چکا۔ مگر یہ دلیل و استدلال یوں صحیح نہیں ہے کہ سرحدِ تکلیف یا حدِ لزوم شریعت کو تو وہ پہنچے ہی نہیں لہٰذا انھوں نے اپنے انتخاب و اختیار کا حق استعمال کیا ہی نہیں، اور جس غیر حق دین یا غیر اسلام پر وہ گامزن نظر آتے ہیں وہ ان کا انتخاب ہے ہی نہیں، وہ تو ان کے والدین یا سرپرستوں کا انتخاب ہے یا دوسرے الفاظ میں ان پر ان کے بزرگوں کا تسلطِ بیجا ہے۔ لہٰذا جب تک یہ تسلطِ بیجا دور نہ ہو اور

ان کو اپنے اختیار کا حق نہ ملے یعنی وہ مکلف و پابندِ اوامرِ الٰہی نہ بنیں نہ ان کا اختلافِ مذاہب اختلاف ہی ہے اور نہ جادۂ حق سے ان کا انحراف انحراف ہی ہے۔ اسی سبب سے وہ احادیثِ نبویہ وارد ہوئی ہیں جن میں اولادِ مشرکین کے رحمتِ الٰہی سے محروم نہ ہونے کا مفہوم موجود ہے[۲۶]

قانونِ رسالت کی تصدیق

مزید برآں ایک اور غیر مبدّل اور حتمی قانونِ الٰہی ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ اور اپنی وحی و ہدایت کے واسطہ سے کسی قوم یا تمام انسانوں پر دینِ حق / اسلام کی حجت تمام نہیں کر دیتا وہ ان کو اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتا۔ سورۂ اسراء ۱۵ میں اس قانونِ الٰہی کی یوں وضاحت کی گئی ہے:

مَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي	جو کوئی راہ پر آیا تو آیا اپنے ہی بھلے کو
لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا	اور جو کوئی بہکا رہا تو بہکا رہا اپنے ہی برے
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ وَمَا كُنَّا	کو۔ اور کسی کو نہیں پڑتا بوجھ دوسرے
مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۝	کا اور ہم نہیں ڈالتے بلا جب تک نہ بھیجیں کوئی رسول۔

اس میں بنیادی اور اس بحث سے متعلق فقرۂ الٰہی یہ ہے کہ "ہم عذاب نہیں دینے والے تاآنکہ ایک رسول نہ بھیج دیں" حافظ ابن کثیر نے اس کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا ہے: یہ اللہ کے عدل کے بارے میں خبر ہے کہ وہ کسی کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک ان کی طرف رسول بھیج کر ان پر حجت تمام نہ کر دے۔ اس کی تائید میں حافظ موصوف نے بعض دوسری آیاتِ کریمہ کے علاوہ کئی احادیث نبویہ بھی نقل کی ہیں۔ تائیدی آیاتِ کریمہ ہیں:

(۱) كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا	جس وقت پڑے اس میں ایک
فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ	گروہ پوچھیں ان سے دوزخ کے داروغہ
يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۝	کیا نہ پہنچا تھا تمہارے پاس کوئی ڈر
(ملک: ۸)	سنانے والا۔ وہ بولیں کیوں نہیں ہمارے
	پاس پہنچا تھا ڈر سنانے والا پھر ہم نے جھٹلایا...
(۲) وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا	اور ہانکے جائیں [illegible]

اِلٰی جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتّٰی اِذَا	طرف گروہ گروہ، یہاں تک جب پہنچ جائیں
جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا	اس پر کھولے جائیں اس کے دروازے، اور
وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ یَاْتِكُمْ	کہنے لگیں ان کو اس کے داروغہ کیا نہ پہنچے
رُسُلٌ مِّنْكُمْ ۝ (زمر: ۷۱)	تھے تمہارے پاس رسول تم میں کے۔

حافظ ابن کثیر نے سورۂ فاطر ۳۷ نقل کر کے کہا ہے کہ ایسی بہت سی آیاتِ کریمہ ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو جہنم میں اسی وقت ڈالتا ہے جب وہ اپنے رسولوں کو اس کے پاس بھیج چکتا ہے۔ ایسی دوسری آیات میں سورۂ مائدہ ۱۹،۱۸، سورۂ قصص ۴۶، سورۂ سبا ۴۴ وغیرہ متعدد آیات شامل ہیں۔ حافظ موصوف نے رسولوں کے ذریعہ حجت قائم وتمام کرنے کے ساتھ کفار کے نابالغ / اولاد / بچوں، پاگل، بہرے اور انتہائی بوڑھے (الشیخ الحرم) کے بارے میں علماء کے اختلاف کا ذکر کر کے متعدد احادیث نقل کی ہیں اور ان کا ذکر اوپر آچکا ہے۔[۲۹]

اسلوبِ قرآنی کی شہادت

اس آیتِ کریمہ میں زبان واسلوب کے لحاظ سے بھی ایک نکتہ نکالا جا سکتا ہے جو اشارہ کرتا ہے کہ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ میں ذٰلِكَ کا اشارہ "اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ" میں "رحم" کی طرف ہے کیونکہ تخلیق کا ذکر کرنے والا فقرہ رحم کرنے والے فقرہ کے متصلاً بعد آیا ہے۔ لہٰذا یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ اس کو "لَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ" کی جانب راجع کیا جائے۔ پھر اگر اس کو متصل فقرہ کی طرف راجع نہیں کیا جا سکتا اور بعید ترین فقرہ / جملہ کی طرف راجع کرنا ہے تو "اُمَّةً وَّاحِدَةً" کی طرف راجع کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادۂ اصلی اور منشاء ومرضی یہی تھی کہ سب انسان ایک امت واحدہ ہی ہوں لیکن لوگوں نے اپنی ہٹ دھرمی سے اس کی مرضی کے خلاف اختلاف کر کے شیرازۂ امت بکھرا دیا۔ ان دونوں آیات کریمہ میں فصل کیا گیا ہے۔ "مُخْتَلِفِیْنَ" پر اول آیت تمام ہو جاتی ہے یعنی اس پر ایک بات ختم ہو جاتی ہے اور "اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ" سے دوسری آیت شروع ہوتی ہے اور اس سے نئی بات / نئی حقیقت کا آغاز ہوتا ہے۔ لہٰذا "وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ" میں حرفِ اشارہ "ذٰلِكَ" اپنی آیت کی طرف اور اس کی حقیقت کی طرف راجع ہوتا

ہے جو اس میں بیان کی گئی نہ کہ اس سے قبل کی آیت کریمہ کی طرف جس میں ایک دوسری بات / حقیقت بیان کی گئی ہے اور جو اسی میں مکمل اور ختم ہوگئی ہے۔ فعل کے اعتبار سے غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں آیاتِ کریمہ میں دو قسم کے فعل استعمال کیے گئے ہیں: اول وہ فعل جن کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے یا ان کی نسبت اس کی طرف کسی طرح سے کی گئی ہے۔ دوم وہ فعل جس کے فاعل انسان ہیں اور وہ صرف ایک فقرہ " لایزالون مختلفین" میں پایا جاتا ہے۔ باقی افعال "شاء" "جعل"، "رحم"، "خلق"، "تمت"، اور "لاملئن" سب کے سب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ اس اعتبار سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ "خلق" کا تعلق "رحم" سے ہے نہ کہ " لایزالون مختلفین " سے پھر معنوی لحاظ سے دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ان تمام افعال میں اختلاف کرنا انسانوں کا فعل ہے نہ کہ اللہ کا۔ اللہ تعالیٰ نے اختلاف کرنے کی نسبت انسانوں کی طرف کرکے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ اس کا تعلق انسانوں کے ارادہ و اختیار سے ہے لہٰذا اس کی طرف اللہ تعالیٰ کے فعلِ تخلیق کی نسبت کیسے کی جاسکتی ہے ؟ اب رہا " ذالک " کے حرفِ اشارہ بعید ہونے کا مسئلہ تو وہ ویسا ہی ہے جیسا " الم ذالک الکتاب لاریب فیہ " میں ہے۔ زبان و اسلوب کے اعتبار سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ "خلقھم " کا تعلق " رحم ربک " سے ہے یعنی انسانی تخلیق رحمتِ الٰہی کے لیے ہوئی ہے نہ کہ اختلاف کے لیے[۳۰]

دلائلِ عقلی کی گواہی

عقلی اعتبار سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و کرم سے نوازنے کے لیے پیدا کیا ہے نہ کہ اختلاف اور اس کے نتیجہ میں عذاب کے لیے۔ جو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی دونوں رحیمی صفات ۔ الرحمٰن الرحیم ـــ سے اپنے کلام پاک کا آغاز کرتا ہے اور بسمہ اور سورۂ فاتحہ دونوں جگہ دو بار اپنے نامِ نامی اور اسم جلالی کے ساتھ "الرحمٰن الرحیم" کی صفات بیان کرکے یہ واضح کرتا ہے کہ وہ اصلاً رحمان و رحیم اور پیکر رحم و کرم ہے وہ انسانوں کو اختلاف کے لیے کیونکر پیدا کرسکتا ہے۔ سورۂ فاتحہ میں اس نے اپنی ایک اور صفتِ رحیمی " رب العالمین " (سارے جہانوں کا پالن ہار) بھی اسی کے ساتھ لگائی وہ بھی اس کے رحم و کرم کی ایک عظیم علامت ہے۔ پھر اس نے واضح طور سے یہ بھی فرمادیا کہ " رحمتی وسعت

کل شیء ۔ (سورۂ اعراف ۱۵۶ میری رحمت ہر شے پر حاوی ہے) لہٰذا اس کا قہر و جلال اور اس کا عذاب و سزا تو بعد کی بات ہے اور وہ بھی انسانوں کے اعمال سئیہ اور اختلاف کا نتیجہ ہے دراصل وہ انسانوں کا خالق اس لیے ہے کہ رحیم و کریم اور مہربان ہے اور ان کو اس نے اسی لیے پیدا کیا ہے کہ ان پر رحم و کرم فرمائے۔ یہ بھی ایک حقیقت مسلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اپنے رحم و کرم سے از خود محروم نہیں کرتا۔ یہ تو ناشکرے اور ناسمجھ انسان ہیں جو اپنی بیوقوفی اور بداعمالی سے اس سے اپنے آپ کو محروم کر لیتے ہیں۔ عقلی طور سے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (سورۂ آل عمران ۱۹ بیشک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی اسلام ہے) اور ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ (سورۂ آل عمران ۸۵ : اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا) اور ان جیسی دوسری متعدد آیاتِ کریمہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ تخلیق آدم صرف اسلام کے لیے ہوئی ہے، بقیہ غیر اسلامی ادیان کا رواج اور ان کی قبولیت منشائے الٰہی کے خلاف اور اختلافِ انسانی کا نتیجہ ہے۔ اسلام کا مطلب صرف اور صرف رحمتِ الٰہی سے سرفرازی ہے۔ جب انسان کی تخلیق اسلام اور دین قیم کے لیے ہوئی ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی تخلیق صرف رحمتِ الٰہی کے لیے ہوئی۔ غرض کہ عقلی دلائل اور استدلالات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ تخلیقِ انسانی کی غرض و غایت رحمتِ الٰہی ہے اور ان دلائل کو قرآن و حدیث اور اسلامی اقدار و اصول کی تائید و توثیق حاصل ہے۔ ایک اور اہم نقلی دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ رحمان و رحیم نے اپنی رحمتِ کاملہ کے اظہار کے لیے آخر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بقول علامہ ندوی مظہر رحمت اور بقولِ الٰہی رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ ایسے رحمتِ کامل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی امت جس میں تمام انسان شامل ہیں کیونکر عذاب و اختلاف کے لیے پیدا کی جا سکتی ہے۔ یہ محض جذباتیت یا جذباتی اظہارِ بیان نہیں بلکہ اس کو قرآن و حدیث اور اسلامی روح کی تقویت و تائید حاصل ہے[۱۳]

تعلیقات وحواشی

[۱] مثلاً سورۂ غافر ۵۷ کی آیت کریمہ ہے۔ لخلق السموٰت والارض اکبر من خلق الناس ولکن اکثر الناس لایعلمون (آسمانوں اور زمین کی تخلیق انسانوں کی تخلیق سے زیادہ بڑی اور بھاری ہے

لیکن اکثر انسان نہیں سمجھتے)
بعض دوسری آیاتِ کریمہ سے بھی اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے جیسے سورۂ یٰسین ۸۱، فصلت ۲۱، احقاف ۳۳

۲ سورۂ غافر ۶۷ میں ہے: هوالذی خلقکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة
وہی (اللہ) ہے جس نے تم کو مٹی سے تخلیق کیا، پھر نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے۔

سورۂ زمر ۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: یخلقکم فی بطون امہاتکم خلقا من بعد خلق فی ظلمات ثلاث (وہ تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تخلیق کرتا ہے، ایک خلق / تخلیق کے بعد دوسری تخلیق میں تین اندھیروں کے اندر۔

انسان کی تخلیقی مادہ وغیرہ کے لیے مزید آیاتِ مقدسہ ملاحظہ ہوں جیسے سورۂ رحمٰن ۱۴، قیامہ ۳۸ اعلیٰ ۲، علق ۲، نیز اسراء ۶۱، اعراف ۱۲، ص ۷۶، حجر ۳۳، کہف ۳۷، نساء ۱ اور انعام وغیرہ۔

۳ ابن کثیر (اسمعیل بن عمر = ابوالفداء ۷۰۱-۷۷۴ھ / ۱۳۰۱-۱۳۷۲ء)، تفسیر القرآن العظیم، عیسی البابی قاہرہ (غیر مورخہ) چہارم ص ۲۳۸، آیتِ کریمہ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ "میں نے ان کو پیدا کیا تاکہ ان کو اپنی عبادت کا حکم دوں نہ کہ اپنی محتاجی / احتیاج کے سبب پیدا کیا۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ان کی تخلیق اس لیے ہوئی کہ میری عبادت کا بخوشی یا بکراہت اقرار کریں۔ یہی طبری کا خیال ہے۔ ابن جریج نے معرفتِ الٰہی کا حصول بتایا ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی شیخ الہند محمود حسن کے ترجمۂ قرآن و تفسیر "موضح فرقان" کے اپنے تفسیری اضافہ میں فرماتے ہیں کہ "آفرینشِ عالم کا تشریعی مقصد عبادت ہے" اور پھر سورۂ ذاریات کی اسی آیتِ کریمہ کو نقل کرتے ہیں۔

شیخ الہند محمود حسن (۱۲۶۸-۱۳۳۹ھ / ۱۸۵۱-۱۹۲۰ء) اور مولانا شبیر احمد عثمانی (۱۳۰۵-۶۹ھ / ۱۸۸۷-۱۹۴۹ء)

۴ سورۂ اسراء ۴۴ میں ارشادِ الٰہی ہے: تسبح له السموات السبع والارض ومن فیهن ط وان من شیء الا یسبح بحمده ولکن لا تفقهون تسبیحهم ط انه کان حلیما غفورا ۝ (ساتوں آسمان اور زمین اور ان کے تمام جاندار و بے جان چیزیں اسی کی تسبیح بیان کرتی ہیں اور کوئی شے ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہیں کرتی لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے، بیشک وہ تحمل اور مغفرت کرنے والا ہے۔)

یہی ارشادِ ربانی سورۂ نور ۴۱ میں اس طرح ہے: الم تر ان الله یسبح له من فی السموات والارض والطیر صٰفّٰت ط کل قد علم صلاته وتسبیحه ط والله

علیم بما یفعلون ○ (کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہیں اور پر پھیلانے والی چڑیاں بھی اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔ ہر ایک نے اپنی نماز اور تسبیح جان لی ہے۔ اور اللہ ان سب چیزوں کو جاننے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔)

۵ جن مفسرین کرام نے عبادتِ الٰہی کو تشریعی مقصدِ الٰہی انسانی تخلیق کا قرار دیا ہے وہ دراصل اسی پہلو پر زور دیتے ہیں۔ لیکن اس میں تکوینی لحاظ سے رحمتِ الٰہی کا مقصد بھی مضمر طور سے شامل ہے۔

۶ امام محمد بن جریر طبری (۲۲۴-۳۱۰ھ / ۸۳۸-۹۲۲ء) جامع البیان عن تاویل آی القرآن (تفسیر) مرتبہ محمود محمد شاکر دار المعارف قاہرہ ۱۹۶۰ء جلد ۱۵، ص ۵۳۵-۵۳۶۔ ص ۵۳۶ پر امام طبری اپنی رائے یا قول مختار کا ذکر یوں کرتے ہیں کہ "ان دونوں اقوال میں صواب کے قریب ان لوگوں کا قول ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شقاوت و سعادت کے ذریعہ اختلاف کے لیے ان کو پیدا کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے دو قسموں کا ذکر کیا ہے: ان میں سے ایک اہلِ اختلاف و باطل ہیں اور دوسرے اہلِ حق ہیں۔ پھر اس کے بعد فرمایا: ولذٰلک خلقھم لہٰذا اپنے اس قول میں دونوں قسموں کو شامل کر لیا اور یہ خبر دی کہ ان دونوں میں سے ہر فریق کو اپنی وجہ تخلیق اور مقصدِ پیدائش کے لیے آسانی پیدا کر دی گئی ہے۔

نیز ملاحظہ ہو ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، داراحیاء الکتب العربیۃ قاہرہ، غیر مورخہ، دوم ص ۴۶۵۔

مگر الفراء (ابو زکریا یحییٰ بن زیاد الفراء م ۲۰۷ھ) معانی القرآن، عالم الکتب بیروت ۱۹۸۰ء، دوم ص ۳۱ میں سعادت و شقاوت اور اختلاف و رحمت دونوں کے لیے مذکور ہے۔

۷ ابن کثیر، تفسیر، دوم ص ۴۶۵

۸ مثلاً ملاحظہ ہو تفسیر ماثور کی اہم کتب جیسے ابو اللیث سمرقندی (م ۳۷۵ھ / ۹۸۵ء) کی تفسیر بحر العلوم، مخطوطہ دار الکتب مصریہ ۳۰۔ ابو اسحاق ثعلبی (م ۴۲۷ھ / ۱۰۳۵ء) کی تفسیر الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، مخطوطہ مکتبہ ازہر (۱۳۶) ۵۵۶۱۔ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء بغوی (م ۵۱۰ھ / ۱۱۱۶ء) کی تفسیر معالم التنزیل، مطبع حیدری بمبئی ۱۲۹۵ھ۔ ابو محمد عبدالحق بن غالب ابن عطیہ (م ۵۴۶ھ / ۱۱۵۱ء) کی المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، مخطوطہ دار الکتب ۳۵۶۔ ابو زید عبدالرحمٰن بن محمد ثعالبی (م ۸۷۶ھ / ۱۴۷۱ء) کی الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن، الجزائر ۱۳۲۳ھ۔ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء) کی الدر المنثور فی التفسیر الماثور، مکتبہ اسلامیہ و مکتبہ جعفریہ تہران (غیر مورخہ)

۹ زمخشری (محمود بن عمر م ۵۳۸ھ / ۱۱۴۴ء) الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل و عیون الاقاویل، مرتبہ مصطفیٰ حسین احمد، المکتبۃ التجاریۃ، مطبعۃ الاستقامہ۔ قاہرہ ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء، دوم ص ۲۹۷

۱۰ ابن العربی (ابوبکر محمد بن عبداللہ ۴۶۸-۵۴۳ھ / ۱۰۷۵-۱۱۴۸ء) احکام القرآن، مرتبہ علی محمد البجاوی، دار احیاء الکتب العربیۃ قاہرہ ۱۹۵۹ء، سوم ص ۱۰۵۹-۱۰۶۰۔ مزید تصریح کرتے ہیں کہ یہ قول ان لوگوں کا ہے جنھوں

نے آیتِ کریمہ کا فہم حاصل کر لیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس کی تلاوت کے بعد فرمایا :
" اس نے اپنی رحمت کے اہل لوگوں کو پیدا کیا تاکہ وہ اختلاف نہ کریں اور اسی جیسی روایت طاؤس رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے ...."

ابنِ عربی (محی الدین ۵۶۰-۶۳۸ھ / ۱۱۶۵-۱۲۴۰ء) تفسیر الشیخ الاکبر، مطبعہ میمنیہ مصطفی البابی قاہرہ، غیر مورخہ اول ص ۱۵۵ " ولذالك الاختلاف خلقهم "۔

نسفی (ابو البرکات عبد اللہ بن احمد م ۷۰۱ھ / ۱۳۰۱ء) تفسیر النسفی، عیسیٰ البابی الحلبی، قاہرہ غیر مورخہ دوم ص ۲۰۹ ولذالك خلقهم ای ولما هم عليه من الاختلاف فعندنا خلقهم للذی علم انهم سيصيرون اليه من اختلاف او اتفاق، ولم يخلقهم لغير الذی علم انهم سيصيرون اليه۔ كذا فی شرح التاويلات۔ تفسیرِ نسفی کا اصل عنوان مدارك التنزيل وحقائق التاويل ہے۔

قرطبی (ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری م ۶۷۱ھ / ۱۲۷۲ء) "الجامع لاحکام القرآن"، مرتبہ ابو اسحاق ابراہیم اطفیش، نہم ص ۱۱۵ ۔

رازی (فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر ۵۴۴-۶۰۶ھ / ۱۱۴۹-۱۲۰۹ء) "التفسیر الکبیر" طبع اولیٰ (بلا مقام و تاریخ) جلد ۱۸، ص ۹-۷۸ ۔

ابو السعود محمد بن محمد العمادی (م ۹۵۱ھ / ۱۵۴۴ء) تفسیر ابی السعود (ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم) دار احیاء التراث العربی بیروت (غیر مورخہ) چہارم ص ۲۴۸

بقاعی (ابو الحسن ابراہیم بن عمر ۸۰۹-۸۸۵ھ / ۱۴۰۶-۱۴۸۰ء) نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، مطبعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۹۷۵ء، نہم ص ۴۰۱-۲ ۔

یہاں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ ہود ۱۱۹ کے آخری جملہ "وتمت كلمة ربك ..." کے اندر مضمر معنی و مصداق کی طرف توجہ دلا دی جائے۔ اول یہ کہ یہ کلمہ ربانی اس وقت کہا گیا تھا جب شیطان ابلیس نے نہ صرف سجدۂ آدم کے لیے امرِ الٰہی سے روگردانی کی تھی بلکہ تکبر و نخوت سے بندگانِ الٰہی کو راہِ حق سے گمراہ کرنے کی کوشش کرنے کی تا قیامِ قیامت جسارت بیجا بھی کی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو اور تیرے پیروؤں کو جہنم سے بھر دوں گا ملاحظہ ہو: سورۂ اعراف ۱۸ اور سورۂ ص ۸۵ اور ان دونوں کے لیے ہی سورۂ ہود ۱۱۹ اور سورۂ حم سجدہ ۲۵ کی کل دو مزید آیات آئی ہیں۔ دوم یہ کہ عذاب اختلاف کرنے یا پیدا ہونے کے سبب کیا جائے گا۔ سوم یہ کہ صرف انسانوں اور جنوں کے ایک طبقہ پر ہوگا کیونکہ حق سے اس کی تحدید کی گئی ہے اور چہارم یہ کہ صرف ابلیس کے پیروؤں کے لیے ہے، پوری نوعِ انسانی کے لیے نہیں ہے۔

۱۲ معتزلی عقیدۂ اختیار کے لیے ملاحظہ ہو: شہرستانی (محمد بن عبد الکریم م ۵۴۸ھ/۱۱۵۳ء) کتاب الملل والنحل، مرتبہ محمد بن فتح اللہ بدران، مطبعۃ الازہر قاہرہ ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۰ء، اول ص ۶۳-۶۲ معتزلہ کے تمام گروہوں کا اتفاق ہے کہ بندہ اپنے تمام افعال، اچھے برے کا خالق ہے۔ نظریۂ عدل پر بحث بھی ملاحظہ ہو: سید قطب، فی ظلال القرآن، دار الشروق بیروت ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء، ۱۲ ص ۱۹۲۳۔

جدید عربی تفاسیر میں علامہ رشید رضا (م ـــــ) تفسیر المنار، مطبعۃ المنار قاہرہ ۱۳۵۳ھ، جلد ۱۲ ص ۲۴۹-۲۴۸ پر اگرچہ تخلیق کے مقصد سے بحث نہیں کی ہے تاہم سارا زور ان کا بھی اختلاف فی الدین پر ہے۔

احمد مصطفیٰ مراغی، تفسیر المراغی، مطبعۃ مصطفیٰ البابی قاہرہ ۱۳۵۳ھ، دوازدہم جلد ۱۲ ص ۹۸-۹۹

ای ولمشیئۃ تعالیٰ فیہم الاختلاف والتفرق فی علومہم ومعارفہم وآرائہم وما یتبع ذالک من الارادۃ والاختیار فی الاعمال ـــ خلقہم.....

محمد البہی، التفسیر الموضوعی للقرآن الکریم، مکتبہ وہبہ قاہرہ ۱۹۷۶ء، جلد ۱۱، ص ۹۳-۹۱، محمود محمد حمزہ، حسن علوان اور محمد احمد برانق، تفسیر القرآن الکریم، دار المعارف قاہرہ ۱۹۶۲ء، جلد ۱۲، ص ۹۰-۸۹

محمد جمال الدین القاسمی (۱۲۸۳-۱۳۳۲ھ/۱۸۶۶-۱۹۱۴ء) تفسیر القاسمی، دار احیاء الکتب العربیہ قاہرہ ۱۹۵۸ء، نہم ص ۳۴۹۸ نے اختلاف کے قول کو اظہر (غالب ترین) کہا ہے۔

۱۳ شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴-۷۶ھ/۱۷۰۳-۶۲ء) قرآن مجید مترجمہ فارسی، فتح الرحمٰن، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور (غیر مورخہ) ص ۲۸۳ ف ۱۲

۱۴ شبیر احمد عثمانی، قرآن مجید اردو ترجمہ، دار التصنیف لمیٹڈ کراچی ۱۹۷۵ء ص ۳۰۱ ف ۱۳

۱۵ سید ابو الاعلیٰ مودودی (۱۳۲۱-۱۴۰۰ھ/۱۹۰۳-۷۹ء) تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۸۳ء دوم ص ۳۶۲-۳۶۳ حاشیہ ۱۱۲

۱۶ امین احسن اصلاحی (ولادت ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۶ء) تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۸۵ء، چہارم ص ۱۶۹ اور ص ۱۷۷-۸، اشرف علی تھانوی (۱۲۸۰-۱۳۶۲ھ/۱۸۶۳-۱۹۴۳ء) بیان القرآن، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند (غیر مورخہ) پنجم ص ۶۹ حاشیہ پر ولذالک خلقہم کی مزید تشریح یوں فرماتے ہیں کہ "روح میں ہے کہ اس اختلاف کے لیے ان کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ اس کے جمال یعنی لطف اور اس کے جلال یعنی قہر کے مظاہر ہوں"۔ پھر تصریح کرتے ہیں کہ یہ بات سورہ ذاریات کے منافی نہیں کہ ایک غایۃ تکوینیہ ہے ایک غایۃ تشریعیہ" مولانا تھانوی کی تفسیر سب سے پہلے ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں دہلی سے پھر اضافہ کے بعد ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء "تھانہ بھون" سے شائع ہوئی۔

عبد الماجد دریابادی (۱۳۱۰-۹۸ھ/۱۸۹۲-۱۹۷۷ء) تفسیر ماجدی، تاج کمپنی لاہور ۱۹۵۲ء، سوم ص ۲۸۲ حاشیہ ۱۶۸ ..... لذلک خلقہم یہاں یہ بتا دیا کہ انسان کی خلقت ہی ایسی رکھ دی گئی ہے کہ اہل حق کے مقابلے میں اہل ضلال برابر پیدا ہوتے رہیں اور رسول اللہ صلعم کو سمجھا دیا گیا کہ آپ اس پر

زیادہ غور و حیرت نہ کریں۔ یہ بیان انسان کی غایت تکوینی کا ہو اس لیے اس میں اور اس غایت تشریعی کے درمیان کوئی تناقض نہیں جہاں یہ بیان ہوا ہے کہ انسان و جنات کی غایت آفرینش عبادت الٰہی ہے۔"

محمد شفیع (۱۳۱۴-۹۶ھ / ۱۸۹۶-۱۹۷۶ء) معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند ســـہ (غیر مورخہ) چہارم صـ۴۶۵

ابوالکلام آزاد (۱۳۰۵-۷۷ھ / ۱۸۸۸-۱۹۵۸ء) ترجمان القرآن، ساہتیہ اکادمی نئی دہلی ۱۹۸۰ء، سوم صـ۸۱-۶۷۹

ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری (۱۲۸۷-۱۳۶۷ھ / ۱۸۶۸-۱۹۴۸ء) تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن مطبع دہیر ہند امرتسر ۱۳۲۰ھ صـ۲۱۶ ای اعطاھم الاختیار فی الافعال الاختیاریۃ ولم یجبرھم..... سید قطب فی ظلال القرآن ۱۲، صـ۱۹۳۳۔

۱۷ قاضی بیضاوی (عبداللہ بن عمر م ۶۹۱ھ / ۱۲۹۱ء) تفسیر مطبوعہ عثمانیہ استانبول ۱۳۰۵ھ، صـ۳۰۸ (انوار التنزیل واسرار التاویل نام ہے) التفسیر الکبیر طبع اولیٰ۔ (غیر مقام و مورخہ)

۱۸ بغوی، معالم التنزیل مطبع حیدری بمبئی ۱۲۹۵ھ، صـ۲۵۵۔ قرطبی، تفسیر پنجم صـ۱۱۵۔

ابن کثیر، تفسیر دوم صـ۲۶۵ نے یہ روایت "قیل" کے لفظ کے ساتھ بلا سند نقل کی ہے، رازی، تفسیر جلد ۱۸، صـ۹-۷۸۔ جلال الدین سیوطی و محلی، تفسیر جلالین، اصح المطابع دہلی ۱۳۷۶ھ، صـ۱۸۹

قاضی ثناء اللہ عثمانی (۱۱۴۳-۱۲۲۵ھ / ۱۷۳۱-۱۸۱۰ء) التفسیر المظہری، جید پریس بلیماران دہلی غیر مورخہ، پنجم صـ۶۷۔

۱۹ ان حضرات تابعین کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کرنی ضروری ہیں جو ان کے اقوال و نظریات کا علمی پس منظر فراہم کرتی ہیں۔

حضرت مجاہد (ابوالحجاج مجاہد بن جبر مکی) مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور وہاں کے اساتذہ سے تعلیم پائی۔ بعد میں وہ حضرت عبداللہ بن عباس کے عظیم ترین اور قریب ترین شاگرد بنے۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی شاگرد تھے۔ دوسرے صحابیوں حضرات ابی بن کعب اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی علم تفسیر لیا تھا اہل علم کے نزدیک وہ ثقہ مفسر و راوی ہیں۔ امام شافعی اور امام بخاری کے علاوہ سفیان ثوری اور صحاح ستہ کے جامعین نے ان سے روایات لی ہیں۔

حضرت عکرمہ (ابوعبداللہ عکرمہ بربری مدنی) حضرت عبداللہ بن عباس کے مولیٰ اور شاگرد رشید تھے۔ وہ متعدد صحابہ کے بھی شاگرد تھے جیسے حضرات علی، ابوہریرہ۔

اگرچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر کئی علماء نے تنقید کی لیکن وہ صحیح نہیں ہے۔ وہ قابل اعتماد اور ثقہ تھے۔ امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، بخاری، عجلی، نسائی، مروزی وغیرہ متعدد علماء حدیث و روایت نے ان سے روایت لی ہیں اور بحیثیت مفسر قرآن ان کی فضیلت کا اعتراف کیا ہے۔

حضرت طاؤس (ابو عبدالرحمٰن طاؤس بن کیسان یمانی حمیری) نے کم از کم پچاس صحابہ کرام سے علم حاصل کیا تھا۔ ان میں عبادلہ اربعہ ـــــ حضرات ابن عباس، ابن عمر، ابن عمرو بن عاص اور ابن مسعود جیسے عظیم صحابہ شامل تھے۔ وہ اپنے عہد کے عظیم ترین مفسرین قرآن میں تھے۔

تمام علماء و محدثین اور مفسرین نے ان کی توثیق کی ہے اور ان سے روایات لی ہیں۔

حضرت قتادہ (بن دعامہ سروسی بصری) مادرزاد نابینا عالم و مفسر تھے۔ متعدد صحابہ کرام سے علم حاصل کیا ان میں شامل تھے: حضرات انس بن مالک، ابو الطفیل وغیرہ۔ ان کے تابعی شیوخ میں ابن سیرین، عکرمہ اور عطاء بن رباح وغیرہ کے نام آتے ہیں۔ ان میں حضرت سعید بن مسیب بہت اہم تھے وہ حضرت حسن بصری کے بھی شاگرد تھے۔

وہ ثقہ اور قابلِ اعتماد راوی تھے۔ تمام اکابر محدثین نے ان کی روایات سے سند لی ہے۔

حضرت ضحاک بن مزاحم ہلالی بلخی خراسانی حضرات صحابہ کرام جیسے ابن عمر، ابن عباس اور ابو ہریرہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں لیکن روایات کا اتفاق ہے کہ وہ براہِ راست صحابہ سے روایت کرنے والے نہیں تھے۔ وہ مشہور مفسر بھی تھے اور قابلِ اعتماد راوی بھی۔

ان تمام بزرگوں کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تفسیری آراء صحابہ کرام اور تابعین عظام کے گوناگوں طبقات سے مستفاد و ماخوذ تھیں اور امکان قوی ہے کہ ان کے شیوخ کی بھی یہی آراء اس تفسیر کے بارے میں ہوں۔ ملاحظہ ہو: ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت ۱۹۵۷ء کی مختلف جلدوں میں ان کے تراجم۔

فواد سزکین، تاریخ التراث العربی عربی ترجمہ محمود فہمی حجازی، جامعۃ الامام محمد بن سعود ریاض ۱۹۸۳ء اول ص ۷۵-۶۳ و مابعد۔

ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، طبع ہند ۱۳۲۵ھ، میں ان کے تراجم مختلف جلدوں میں۔

محمد حسین ذہبی، التفسیر والمفسرون، دار الکتب الحدیثیۃ قاہرہ ۱۹۶۲ء تین جلدوں میں متعلقہ مفسرین کے تراجم۔

۵۔۲ حضرت سفیان ثوری (ابو عبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری کوفی) دوسری/آٹھویں صدی کے عظیم عالم، مفسر، محدث اور فقیہ تھے۔ وہ مشہور محدث مسروق کے فرزند تھے اور ابتدائی تعلیم انھیں سے حاصل کی۔ وہ قرآن مجید کے اولین مفسروں میں سے ایک تھے جنھوں نے اس فن پر ایک مکمل کتاب لکھی تھی۔

ملاحظہ ہو: امام ذہبی، تذکرۃ الحفاظ اور دوسری کتب اسماء رجال میں ان کا سوانحی خاکہ خاص کر ملاحظہ ہو۔

تفسیر سفیان ثوری پر مرتب مولانا امتیاز علی خاں عرشی کا مقدمہ ص ۳-۸

اردو دائرۂ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۷۵ء (سفیان الثوری)

۲۱ھ طبری، تفسیر، جلد ۱۵ ص ۵۳۶ سفیان ثوری (۹۷-۱۶۱ھ / ۷۸-۷۱۶ء) تفسیر القرآن الکریم، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ہندوستان پرنٹنگ پریس رامپور ۱۹۶۵ء، ص ۹۴

۲۲ھ ابن کثیر، تفسیر دوم ص ۹۵

۲۳ھ ابن قتیبہ (ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ (۲۱۳-۲۷۶ھ / ۸۲۸-۸۸۹ء) تاویل مشکل القرآن، مرتبہ السید احمد صقر دار احیاء الکتب العربیۃ قاہرہ ۱۹۵۴ء، ص ۲۱۱

جصاص (ابوبکر احمد بن علی الرازی ۳۰۵-۳۷۰ھ / ۹۱۷-۹۸۰ء) احکام القرآن، مرتبہ عبدالرحمٰن محمد، مطبعہ بہیہ قاہرہ ۱۳۴۷ھ، سوم ص ۲۰۵۔ کلام عرب ہے: "اکرمتک علی برک ولیرک بی"

رازی، تفسیر، جلد ۱۸، ص ۷۸

مہائمی (علی بن احمد ۷۷۶-۸۳۵ھ / ۱۳۷۴-۱۴۳۲ء) تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان، عالم الکتاب بیروت ۱۹۸۳ء، اول ص ۳۲۵

شوکانی (محمد بن علی م ۱۲۵۰ھ) فتح القدیر، دار الفکر بیروت ۱۹۸۳ء، دوم، ص ۵۳۴-۵۳۵ ان کے ہاں تینوں اقوال موجود ہیں۔

۲۴ھ سید سلیمان ندوی (۱۳۰۲-۱۳۷۳ھ / ۱۸۸۴-۱۹۵۳ء) سیرت النبی، دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۸۳ء، چہارم ص ۶۶۴-۷۶۹۔ علامہ مرحوم کی پوری دو بحثیں جو جنت وجہنم سے متعلق ہیں اس موضوع پر بے مثال تحقیقات پیش کرتی ہیں۔ ان کا مطالعہ زیر بحث مسئلہ کے دوسرے مخفی گوشے بھی روشنی میں لاتا ہے ملاحظہ ہو چہارم ص ۸۵۹-۷۳۶

یہاں یہ تصریح ضروری معلوم ہوتی ہے کہ جدید عہد کے شارحین میں مفسر واحد کہنے کا تعلق ہمارے محدود مطالعہ سے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی اور مفسر نے بھی یہ نقطۂ نظر اپنایا ہو لیکن ان کی تفسیر یا تحریر تک ہماری رسائی اپنی نارسائی کے سبب نہ ہو سکی۔

علامہ عبداللہ یوسف علی، دی ہولی قرآن، امانہ کارپوریشن برنٹ وڈ، میری لینڈ، یو ایس اے ص ۵۴۲ حاشیہ ۱۴۲۲

..."The object of their creation was to raise them up spiritully by Allah's grace ..."

۲۵ھ اس کا ایک اہم اشارہ سورۂ البلد ۱۰ کی آیت کریمہ میں موجود ہے: وھدینٰہ النجدین (اور ہم نے اس کو دونوں راستے دکھا دیے) مولانا شبیر احمد عثمانی اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں: "یعنی خیر و شر دونوں کی راہیں بتلا دیں اور یہ بتلانا اجمالی طور پر عقل و فطرت سے ہوا اور تفصیلی طور پر انبیاء و رسل کی زبان سے"

سورۂ الشمس کی آیات کریمہ ۸تا۱۰ میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے ونفس وما سوّٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا اور (قسم) جی کی اور جیسا اس کو ٹھیک بنایا، پھر سمجھ دی اس کو گناہ اور تقوی کی۔ بلاشبہ مراد کو پہنچا جس نے اس کو سنوار لیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ملا چھوڑا۔ مولانا عثمانی نے ان کی بھی وہی تفسیر کی ہے اور مزید یہ کہا ہے کہ "کسبِ خیر و شر کا خالق اللہ اور اس کا سبب بندہ ہے۔"

۲۶ھ ابن کثیر، تفسیر، سوم ص ۳-۴۳۲ مولانا عثمانی، تفسیر موضح فرقان، ص ۵۲۸ ف ۲-۵ نیز ملاحظہ ہو حاشیہ ۲۵ نیز ملاحظہ ہو: سورۂ یونس ۱۹ کی تفسیر میں تمام مذکورہ بالا مفسرین کی تشریحات و تعبیرات۔ اس نکتہ کی طرف مزید توجہ دلانے کے لیے میں اپنے دوست کرم فرما مولانا سعود عالم قاسمی صاحب ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا انتہائی ممنون ہوں۔

اختیاری اختلافِ انسان کے سلسلے میں آیات کریمہ ملاحظہ ہوں جیسے سورۂ بقرہ ۲۱۳، ۲۵۳، آل عمران ۱۹، ۱۰۵، یونس ۹۳، نحل ۶۴، جاثیہ ۱۷، نیز سورۂ بقرہ ۱۱۳، آل عمران ۵۵، مائدہ ۴۸ انعام ۱۶۴، نحل ۳۹، ۹۲، ۱۲۴، حج ۶۹، زخرف ۶۳ وغیرہ۔

۲۷ھ ابن کثیر، تفسیر، سوم ص ۳-۴۳۲ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ... "اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کو اپنی معرفت اور توحید پر پیدا کیا ہے ..." اور اس سے قبل یہ تصریح کی ہے کہ "...اپنی فطرتِ سلیمہ کو پکڑے رہنے جس پر اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے ...." اس کے بعد متعدد احادیث بیان کی ہیں جن میں سے صرف بعض کا اوپر حوالہ دیا جا سکا ہے۔

مولانا عثمانی ص ۵۲۸، ف ۲ لکھتے ہیں کہ "... اللہ نے جس فطرت پر پیدا کیا اس کو تم اپنے اختیار سے بدل کر خراب کرو۔"

سید مودودی، تفہیم القرآن، سوم ص ۵۲-۷، حاشیہ ۴۵ ...."تمام انسان اس فطرت پر پیدا کیے گئے ہیں کہ ان کا کوئی خالق اور کوئی رب اور کوئی معبود اور مطاع حقیقی ایک اللہ کے سوا نہیں ہے۔ اسی فطرت پر تم کو قائم ہو جانا چاہیے۔ اگر خود مختاری کا رویہ اختیار کرو گے تب بھی اپنی فطرت کے خلاف چلو گے اور اگر بندگی غیر کا طوق اپنے گلے میں ڈالو گے تب بھی اپنی فطرت کے خلاف کام کرو گے ...." نیز حاشیہ ۴۶

امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ششم ص ۵-۹۴ "...ہر طرف سے کٹ کر اس دینِ فطرت کی پیروی کرو جس پر فاطرِ فطرت نے لوگوں کو پیدا کیا ہے ...." یہی مفہوم و استدلال تمام دوسرے مفسرین کے ہاں ملتا ہے۔

۲۸ھ اس بحث پر ابن کثیر، تفسیر، سوم ص ۳-۴۳۲ کی روایات و تشریحات کافی روشنی ڈالتے ہیں مگر اس سے زیادہ سوم ص ۳۲-۲۸ میں اس موضوع پر مفصل بحث ہے، جو سورۂ اسراء ۱۵ کی تفسیر میں آئی ہے۔ حافظ

ابن کثیر نے بلوغت سے قبل یا بچپن میں اولاد مشرکین کے مرجانے کے بارے میں علماء امت کے اختلاف کا ذکر کرکے ان کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے: اول وہ جنت میں ہوں گے اور اس کے قائل علماء نے حضرت سمرہ اور حضرت خنساء کی روایات سے استدلال کیا ہے۔ دوم، وہ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ جہنم میں ہوں گے ان کا استدلال حضرت عائشہؓ کی ایک روایت سے ہے۔ سوم ان کے بارے میں توقف کیا جائے یعنی کچھ نہ کہا جائے کیونکہ حدیث نبوی کے مطابق اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے۔ اس مفہوم کی احادیث حضرات ابن عباس اور ابوہریرہ سے مروی ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے اس باب میں کل دس احادیث نقل کی ہیں اور ان کی بنا پر سہ گانہ تقسیم کی ہے۔ بہرحال زیادہ تر احادیث اول طبقۂ علماء کے عقیدہ کی تائید کرتی ہیں۔

نیز ملاحظہ ہو: سید مودودی، تفہیم القرآن، سوم ص۳۲-۵۲۷ حاشیہ ۴۵

۲۹؎ ابن کثیر، تفسیر، سوم ص۳۲-۲۸، نیز ملاحظہ ہو مذکورہ بالا آیات کریمہ کی تفاسیر و تشریحات تمام قدیم و جدید مفسرین کے ہاں جو اسی حقیقت کی تائید کرتے ہیں۔

۳۰؎ قاضی بیضاوی اور امام بغوی نے اس کی طرف کچھ اشارات کیے ہیں لیکن وہ مبہم ہیں۔ خاکسار کو اس بحث پر اصرار ہے کہ آیت کریمہ کا لسانی اور اسلوبی دروبست اسی کا تقاضا کرتا ہے کہ "خلق" کو "رحم" سے متعلق ماننا ہی صحیح ہے، اختلاف سے اس کا تعلق کسی طرح نہیں بنتا۔

۳۱؎ مذکورہ بالا آیات کریمہ کی قدیم و جدید تفاسیر ملاحظہ ہوں۔ نیز سید سلیمان ندوی، سیرت النبی جلد چہارم کی مذکورہ بالا بحث۔ نیز اس کا باب بر قضا و قدر الٰہی کا نتیجہ بتایا گیا ہے اور تقدیر الٰہی بقول علامہ ندوی "... جس کو لوگ قانون قدرت کہتے ہیں اور جس پر دنیا چل رہی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات کے ہر حصہ اور ہر پہلو کے متعلق اپنے احکام معین فرمادئے ہیں۔ جن کی اطاعت اس پر واجب ہے۔ علیٰ ہذا انسانوں کی ترقی و زوال، موت و حیات بیماری و صحت، دولت و افلاس، آرام و تکلیف، سعادت و شقاوت ہر ایک کے اصول و قواعد مقرر فرمادئے ہیں ..." ظاہر ہے کہ رحمت سے سرفرازی اور عذاب اختلاف کی ابتلا کے بھی اصول و قواعد مقرر ہیں (ص۳۰۔۸۶۱)

عہدِ نبوی کے غزوات و سرایا

ڈاکٹر رؤف اقبال صاحب نے اس تصنیف میں اسلام کے نظریہ جہاد پر اسلامی موقف کی بے لاگ ترجمانی کی ہے اور اس پر کیے جانے والے اعتراضات کا مسکت اور مدلل جواب دیا ہے۔

آفسٹ کی طباعت۔ صفحات ۲۲۷ قیمت ۲۵ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی - پان والی کوٹھی - دودھ پور علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲